تحریکیں دن بدن زور پکڑتی جارہی ہیں۔ اور علماء و مصلحین اس کی پوری پوری پشت پناہی کر رہے ہیں۔ اور وہ دن دُور نہیں جب کہ تمام ممالک قطعی طور پر شراب کو حرام قرار دیں۔ اسلامی شریعت تیرہ سو سال سے جس بات کی دعوت دیتی آرہی ہے اور اب تک دنیا نے جسے قابل التفات بھی نہ سمجھا تھا بالآخر آج اسی نظریہ کو اپنانا شروع کیا ہے، اور اسی کے قدم بہ قدم چل رہی ہے۔

۳۰۔ نظریۂ تعدد ازواج | اسلامی شریعت نے ابتدائے نزول ہی سے تعددِ ازواج کو جائز رکھا ہے بشرطیکہ مرد اپنے آپ کو ان مختلف بیویوں کے درمیان عدل قائم رکھنے پر قادر سمجھتا ہو۔ اگر وہ اپنے آپ میں اس کی قدرت نہیں پاتا یا کسی طرح بے انصافی کا اندیشہ ہے، تو اس کے لیے ایک بیوی سے زائد کرنا جائز نہیں۔ اور اگر عدل قائم رکھ سکنے کی توقع ہے تو پھر وہ وقتِ واحد میں چار تک بیویاں کر سکتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:۔

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ۔ (النساء: ۳)

"تو نکاح کرلو جو عورتیں تم کو خوش آئیں دو دو، تین تین، چار چار۔ پھر اگر ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی نکاح کرو"

اپنے اس حکم میں شریعت نے ایک تو روحِ قانون کے منطقی اور اصولی تقاضے کو پیشِ نظر رکھا ہے، دوسرے اس میں انسانی طبائع کا بھی لحاظ ہے۔ اور تیسرے شادی کے اصل مقصد سے بھی اسے مطابقت ہے۔ یہ حقیقت کہ شریعت نے اس میں روحِ قانون کے منطقی اور اصولی تقاضے کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ کسی قدر وضاحت کی طالب ہے۔ یہ ایک جانی پہچانی بات ہے کہ شریعت میں زنا قطعی طور پر حرام ہے اور یہ اتنا مبغوض جرم ہے کہ اس کی سزا تمام سزاؤں میں سخت ترین ہے۔ شادی شدہ شخص زنا کا مرتکب ہو تو وہ سنگسار یعنی پتھروں سے مار کر ہلاک کیا جاتا ہے پس اصولی طور پر یہ بات غلط ہوتی کہ ایک طرف تو زنا کو شدت سے حرام قرار دیا جائے اور دوسری طرف ایسے اسباب و حالات پیدا کیے جائیں جو زنا کے محرک ہوں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تعددِ ازواج کی ممانعت لازمی طور پر زنا کا دروازہ کھول دیتی

اس لیے کہ دنیا میں ویسے ہی عورتوں کی تعداد مردوں سے بڑھ کر ہے۔ پھر جنگیں چھڑتی ہیں تو اس میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے تعدّد ازواج کی ممانعت کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ عورتوں کی ایک بڑی تعداد شادی سے محروم رہ جاتی۔ اور عورت کے باوجود استعداد و صلاحیت کے شادی سے محروم رہنے کے معنی یہ ہوتے کہ اسے اپنی فطرت کے خلاف جنگ کرنی پڑتی اور فطرت کے مقابلہ میں بالعموم ہتھیار ہی ڈالنے پڑتے ہیں۔ ان حالات میں بعید نہیں کہ عورت آبرو باختہ ہو جائے اور زنا کے ناپاک ذریعہ سے اپنی فطری خواہشات کی تسکین پر مجبور ہو۔ اس کے علاوہ مرد اور عورت میں ان کی جنسی قوتوں کے لحاظ سے فرق ہوتا ہے۔ عورت ہمیشہ اور ہر حال میں مرد سے قریب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اس لیے کہ مہینے میں اوسطاً ایک ہفتہ اور کبھی کبھی دو دو ہفتوں تک بھی اسے ایام حیض سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان ایام میں اس سے مباشرت ناجائز ہے۔ جب کبھی اس کے اولاد ہوتی ہے تو نفاس کی مدت میں یعنی تقریباً چالیس دن کے عرصے تک بھی اس سے صحبت درست نہیں۔ اسی طرح دوران حمل میں یا کم از کم حمل کے آخری مہینوں میں بھی اس کی استعداد کم ہو جاتی ہے۔ اس کے برخلاف مرد کی صلاحیت ہمیشہ یکساں ہوتی ہے۔ ماہ و سال کے فرق سے اس میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں اگر مرد کے لیے ایک سے زیادہ کی ممانعت کر دی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک کثیر تعداد کے لیے زنا کا دروازہ کھول دیا جائے۔ اس لیے کہ بہت سے مرد ایسے ہوں گے جو عورت کے حیض و نفاس کے ایام اور حمل کے آخری مہینوں میں اپنی جنسی خواہشات کو نہیں روک سکیں گے۔

دوسری حقیقت جو تعدّد ازواج کے اس قانون میں نظر آتی ہے یہ ہے کہ اس حکم میں انسانی طبائع کا بھی لحاظ کیا گیا ہے۔ اس میں جنسی خواہشات اور رجحانات کا صحیح اندازہ کر کے انہیں صحیح مقام دیا گیا ہے۔ ایسا نہیں ہوا کہ مرد یا عورت کو آزمائش میں ڈال دیا گیا ہو جس میں اگر دس کامیاب ہوں تو سینکڑوں ناکام رہیں۔ مرد کو صرف ایک ہی عورت پر اکتفا کرنے کا پابند نہیں کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں عورتوں کی ایک قابل لحاظ تعداد زندگی بھر کنواری رہ جاتی۔ ازدواجی زندگی کی انہیں لِس نصیب ہوتی۔ بال بچوں و خاندان کے سہانے خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکتے۔ انہیں جنسی خواہشات اور میلانات سے مستقل جنگ

کرنی پڑتی۔ جو صرف ان کی صحتوں اور عقلی صلاحیتوں پر ہی بُرا اثر نہیں ڈالتی بلکہ ان کا عزت و عصمت قائم رکھنا بھی محال ہو جاتا۔ اس کے علاوہ دوسری طرف ایسا غیر فطری حکم خود مرد کے لیے بھی اکثر حالات میں ایک مستقل آزمائش ہوتا۔ حیض و نفاس اور ایسے ہی دوسرے وقفوں میں جس میں عورت کی صلاحیتِ جنسی کم ہو جاتی ہے، اندیشہ ہو سکتا تھا کہ وہ جنسی جذبات کی رو میں بہ جائے اور اپنے آپ کو ضبط میں نہ رکھ سکے۔ اس لیے کہ ایک مرد بالعموم عقل سے زیادہ جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ایک عورت میں بھی ویسے ہی جذبات ہوتے ہیں جیسے ایک مرد میں ہوتے ہیں۔ لیکن فرق یہ ہوتا ہے کہ وہ مرد سے زیادہ اپنے جذبات پر قابو پا سکتی ہے۔ طبعی طور پر جذبات کو ضبط میں رکھنے کی اس میں کچھ زیادہ صلاحیت ہوتی ہے۔

تیسرے یہ ہے کہ شادی کے اصل مقصد سے بھی یہ قانون کلّی مطابقت رکھتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ عورت اور مرد میں جو جنسی جذبات ودیعت کیے گئے ہیں تو وہ محض حفظِ نوع کے لیے ودیعت کیے ہیں اور شادی کا مقصد افزائش نسل اور خاندانی زندگی کی نشو و نما ہے۔ اگر کسی مرد کی ایک بانجھ عورت سے شادی ہو جائے اور اس کے بعد وہ کسی دوسری عورت سے شادی نہ کر سکے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس غرض کے لیے اس کے اندر جنسی قوتیں رکھی گئی تھیں وہ پوری نہ ہوئی، اور شادی کا مقصد ہی فوت ہو گیا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ مرد کے اندر تسل کُشی کی طاقت غیر محدود ہے۔ اس کے برخلاف عورت محدود صلاحیت کی مالک ہے۔ مرد بالعموم ساٹھ ستر برس تک اولاد پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں عورت کی صلاحیت نسل کُشی چالیس پچاس سال کے درمیان ہی ختم ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں اگر مرد کو ایک سے زیادہ بیوی کرنے کی اجازت نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کی صلاحیت نسل کُشی نصف مدت کے لیے بے کار ہو کر رہ جائے۔ اور اپنا فرض ادا نہ کر سکے۔

یہ تعدد ازواج کے بارے میں شریعت کا نظریہ ہے، جس کا مقصود سوسائٹی کو نقصان اور تکلیف میں مبتلا ہونے سے بچانا۔ عورتوں کے درمیان کامل مساوات قائم کرنا اور اخلاقی سطح کو